اسلامی ریاست کے انتظام وانصرام میں جوان صحابہ کرام کا کردار

The Role of Young Companions of Prophet(ﷺ) in Management of Islamic State

*حافظ امین اللہ

**ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی

Abstract

The state is an inevitable part of human society. Without a state survival of a society, its collective values, security, peace, and discipline are impossible. The state came into being to fulfill these basic needs of society. Religion has been played a vital role in shaping human society. Every religion supports a peaceful society and state. Islam is a complete code of life. It guides us in every field of life. Islam also provides complete guidance for human collective values. Young people are a valuable asset of a state. A state cannot flourish without young people's cooperation. They play an important role in state development. Therefore, Islam lays emphasis on treating them well. The senses, the consciousness, and intellect work well. Most of the early companions of Prophet(ﷺ) were young. The majority of them were between ten to thirty-six. They, with Prophet, brought a revolution, which is still alive and will remain till the end of this world. This paper explores the role of young companions of the Holy Prophet(ﷺ) in executive and defensive development of the Islamic state. The method used in collecting and analyzing data is qualitative and descriptive.

Keywords:

Islamic state, Young companions, defense, Development, executive

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جو اس کائنات کے انتظام وانصرام کو چلانے میں یکتا ہے۔ اور انسان انتظام وانصرام کے لیے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے انسان کو معاشرتی حیوان بھی کہتے ہیں۔ اس لیے ریاست کا ادارہ انسانی معاشرے کے لیے بنیادی اور اہم ضرورت ہے کیونکہ کسی بھی معاشرے کی بقاء کے لیے اس کی اجتماعی اقدار کا تحفظ، سلامتی اور اس کا نظم وضبط ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ جو کہ ہمیشہ ریاست نے پوری کی ہے۔ دین اسلام مکمل ضابطہ حیات ہونے کے اعتبار سے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے۔ وہاں بطور خاص انسانی اجتماعی تنظیم

*پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

**اسسٹنٹ پروفیسر وصدر شعبہ، شعبہ علومِ اسلامیہ، بحریہ یونیورسٹی، اسلام آباد

سے متعلق بھی رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح ریاست کی ترقی میں جوان بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بلاشبہ کسی بھی قوم کا عروج اور زوال جوانوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے ان کے ساتھ اچھا سلوک اور اس چیز کی رہنمائی کی طرف ابھارا ہے جس میں اصلاح اور خیر ہو۔ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ابتدائی ساتھیوں پر نظر دوڑانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بعض کی عمر دس، سولہ اور بیس برس کے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تیس یا پینتیس سال کے تھے یہ جوان اسلام پر ثابت قدم رہے اور رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ساتھ مل کر ایسا عظیم انقلاب لے آئے جس کے اثرات آج تک برقرار ہیں۔ ان جوانوں نے اس عرب معاشرے کو بدل دیا جس پر کوئی حکومت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

ریاست، جوان اور صحابی معنی و مفہوم

اسلام نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی تربیت و تہذیب اور نشو و نما کے لیے جو ادارے قائم کئے ان میں سے ایک ادارہ ریاست ہے۔ اسلامی زندگی کے لیے اسلامی اجتماعیت اور اس اجتماعیت کے لیے اسلامی حکومت ناگزیر ہے اس پر گویا امت کا اجماع ہے۔ اسلامی معاشرے کے تمام افراد کو مل کر بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ ریاست کے ادارے کو ختم کر دیں۔

ریاست کا لغوی مفہوم

لغوی اعتبار سے ریاست عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ اردو اور فارسی میں انہی معانی میں استعمال ہوتا ہے عربی زبان "ریاسۃ" کا مادہ "راس" ہے اور اس سے "الرئیس" ہے۔ علامہ ابن منظورؒ لکھتے ہیں:

"رأس:رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ: أَعلاه، وَالْجَمْعُ فِي الْقِلَّةِ أَرْؤُسٌ وآراسٌ عَلَى الْقَلْبِ، ورُؤُوس فِي الْكَثِيرِ وَلَمْ يَقْلِبُوا هَذِهِ، ورؤْسٌ "[1]

"رأس اور رئیس کا اطلاق بلند مرتبہ پر ہوتا ہے۔ اور اسکی جمع قلت اروس اور آراس ہے۔ اور جمع کثرت رووس آتی ہے۔"

ریاست کا اصطلاحی مفہوم

ماہرین سیاست ریاست کی تعریف میں معاشرتی اور سیاسی نقطہ نظر کا لحاظ رکھتے ہیں۔ کیونکہ ریاست ایک سیاسی ادارہ ہے اور معاشرتی بھی۔

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنس کے مطابق:

"ریاست انسانوں کا ایک گروہ یا تنظیم ہے جو مشترکہ مقاصد کے لیے مل جل کر کام کرتا ہے"[2]

شاہ ولی اللہؒ کسی ریاست کی آبادی کو اہل مدینہ کہتے ہیں وہ ریاست کے تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" أعني بِالْمَدِينَةِ جمَاعَة مُتَقَارِبَة تجْرِي بَينهم الْمُعَامَلَات وَيكُونُونَ أهل منَازِل شَتَّى وَالْأَصْل فِي ذَلِك أَن الْمَدِينَة شخص وَاحِد من جِهَة ذَلِك الرَّبْط مركب من أَجزَاء وهيئة اجتماعية "[3]

"اہل مدینہ سے مراد لوگوں کی وہ جماعت ہے جو قریب قریب آباد ہوں، ان میں باہم معاملات ہوتے ہیں اور جدا جدا مکانوں میں بود باش رکھتے ہوں، سیاست مدن میں اصل امر یہ ہے کہ تعلقات کی وجہ سے شہر گویا ایک شخص ہوا کرتا ہے جس کی ترکیب اجزاء اور مجموعی ہیئت سے ہوتی ہے۔"

جوان: معنی و مفہوم اور ضرورت واہمیت

جوان کا لغوی معنی

ابن منظورؒ لکھتے ہیں:

" الشباب: الفناء والحداثة والشباب جمع شاب وكذلك الشبان وشب الغلام يشب شبابا وشبوبا "[4]

"جوان سے مراد: بچپن کا ختم ہو جانا، جوانمری کا نمودار ہونا، اور جوان کی جمع جوانوں، بچے کا جوان ہونا اور بلوغت کی عمر کو پہنچنا ہے۔"

جوان کا اصطلاحی معنی:

جوان کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں جن کا خلاصہ عزت حجازی صاحب[5] نے یوں بیان کی ہے:

" فهناك من ينظر الى الشباب على انه ظاهرة اجتماعية والبعض يعتبره فترة زمنية، ومنهم من يعتقد انه مجموعة من الظواهر النفسية والجسمية والعقلية والاجتماعية وقد اختلف الكثير من المختصين في حقل الشباب في ايجاد تعريف شامل لمفهوم الشباب على الرغم من اتفاقهم على ان مرحلة الشباب تشكل انعطافاحاسماعلى طريق تكوين الشخصية الانسانية للفرد، وانها المرحلة التي يكون فيهاالانسان قادراومستعد ا على تقبل القيم والمعتقدات والافكار والممارسا ت ا ومستعدء الانسان ا لجديدة التي من خلالها يستطيع العيش في المجتمع والتفاعل مع الافراد والجماعات "[6]

"کچھ اہل علم جوان کو ایک سماجی مظہر اور کچھ عمر کے ایک خاص حصے سے اس کو منسلک کرتے ہیں، جبکہ ان میں سے کچھ، نفسیاتی، جسمانی، ذہنی اور سماجی مظاہر کی تکمیل کا نام جوان کہتے ہیں۔ اس کے برعکس بہت سے دانشوروں کی رائے میں جوان ایک سراپا شخصیت جو مرحلہ وار ان

صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں مددگار ہوتا ہے۔ جو مختلف اخلاقی اقدار و معتقدات کو اپناتا اور ترقی دیتا نظر آتا ہے، اور ان کے حصول کے لیے تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے تاکہ معاشرے کے سرگرم رکن کی حیثیت اختیار کرلے۔"

المختصر! جوانی کا آغاز بلوغت پر شروع ہوجاتی ہے اور چالیس سال پر اختتام کو پہنچ جاتی ہے۔

صحابی کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

اللہ تعالیٰ جب کبھی کوئی نبی یا رسول مبعوث فرماتا ہے تو اسے انتہائی مخلص، ایثار شعار اور جان نثار ساتھی عطا فرماتا ہے۔ جو رسول کی تربیت اور زمانے کی ابتلاء اور آزمائش کی بھٹی سے کندن بن کر نکلتے ہیں۔ جو ہر مشکل وقت اور مصیبت میں نبی علیہ السلام کا ساتھ دیتے ہیں۔۔ نبی کی تائید اور مدافعت میں وطن، اولاد، ماں باپ اور خود اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے ایسے ساتھیوں کو صحابہ کہا جاتا ہے۔

صحابی کا لغوی معنی

صحابی کے بارے میں احمد بن فارس الرازیؒ لکھتے ہیں:

"صَحَب (الصَّادُ وَالْحَاءُ وَالْبَاءُ) أَصْلٌ وَاحِدٌ يَدُلُّ عَلَى مُقَارَنَةِ شَيْءٍ وَمُقَارَبَتِهِ. مِنْ ذَلِكَ الصَّاحِبُ، وَالْجَمْعُ: الصَّحْبُ"[7]

"صحابی "ص ح ب" سے بنایا گیا ہے۔ کسی ایک چیز کے ساتھ دوسری چیز کے ملنے پر دلالت کرتا ہے۔ اسی سے صاحب آتا ہے اور اس کی جمع صَحْب ہے۔"

اصطلاحی معنی

علامہ عبد الرحمٰن السخاویؒ[8] صحابی کے تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَنْ صَحِبَهُ سَنَةً أَوْ شَهْرًا أَوْ يَوْمًا أَوْ سَاعَةً، أَوْ رَآهُ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ"[9]

"ہر وہ شخص جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو' ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی یا اُس نے (فقط حالتِ ایمان میں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو وہ صحابی ہے۔"

جوان گورنر صحابہ کرام کی تعلیمی اور بلدیاتی خدمات

ہر کام اور ہر ہنر کو ہر شخص نہیں جانتا اور نہ ہی ہر شخص میں وہ صلاحیت ہوتی ہے۔ لہذا دنیا میں اہداف کے حصول کے لیے تخطیط، منصوبہ بندی اہلیت و قابلیت بروئے کار لا کر امت کی بہترین طریقے سے خدمت کی جاسکتی ہے۔ اہداف

کے حصول کے لیے اوامر کی تنفیذ ضروری ہوتی ہے اس سلسلے میں اسلام نے اولی الامر کی اطاعت واجب قرار دی ہے۔ جس کے لیے مناسب اور موزون اہل کاروں کا انتخاب بے حد ضروری ہے جس کو یہاں پر گورنر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت عمرو بن حزمؓ

آپ کا نام عمرو، کنیت ابو الضحاک ہے۔ ابتدائے اسلام میں اور ہجرت کے زمانہ تک کم سن تھے اس بنا پر زمانہ اسلام کی صحیح تعیین نہیں ہو سکی۔ باختلاف روایت ۵۱ھ یا ۵۳ھ میں وفات پائی۔ (10) آپ ﷺ نے ان کو نجران (11) کا حاکم مقرر تھا، اس وقت ان کا سن عام روایت کے لحاظ سے ۱۷ سال کا تھا لیکن مولانا سعید انصاری لکھتے ہیں "کہ غزوہ خندق ۵ھ میں واقع ہوا اس بنا پر ۱۰ھ میں ان کا سن کسی حال میں ۲۰ سال سے کم نہیں ہو سکتا" (12)

سنت وحدیث کی تعلیم دینا

جب آپ ﷺ نے آپ کو حاکم بنا کر روانہ فرمایا اور ایک یادداشت لکھوا کر حوالہ کی جس میں فرائض، سنن، صدقات اور بہت سے احکام تھے علامہ ابن الاثیرؒ لکھتے ہیں،

"استعملہ رسول اللہ ﷺ نجران لیفققهم فی الدین ویعلم القران ویاخذ صدقاتهم" (13)

"رسول ﷺ نے آپ کو نجران کا گورنر بنایا تا کہ لوگوں کو دین اور قرآن سکھائے اور ان سے صدقات لیے۔"

ان سے روایت کرنے والوں میں انکا بیٹا محمد، پوتے ابو بکر، نضر بن عبد اللہ اور زیاد بن نعیم حضرمی شامل ہیں۔ (14) اتنی کم عمر میں اتنا بڑا عہدہ دینا آپؓ کی ذہانت اور قابلیت کی علامت ہے۔ اور اس بات پر بھی دال ہے کہ عہدہ دینے میں صاحب علم کو ترجیح دی جائے۔ چاہیے وہ عمر کے لحاظ سے کم ہو۔ حکومتی عہدہ و منصب دیتے وقت ان اصول کو تحریری شکل میں دیا جائے۔ جس کے مطابق اس نے اپنی ذمہ داری نبھانی ہے۔ تاکہ وہ اپنے حدود سے تجاوز نہ کرے۔ اور کسی امر کے بارے میں فیصلہ کرنا ہو تو اس کے سامنے خاکہ موجود ہو۔

سعد بن ابی وقاصؓ

آپ کا نام سعد، کنیت ابو اسحاق ہے۔ حضرت سعد کی عمر مبارک سترہ [15] یا انیس سال تھی کہ دین اسلام قبول کیا۔ اسلام میں سب سے پہلے خون بہانے کا اعزاز آپ کو حاصل ہے۔ خلافت فاروقی میں کوفہ پر حاکم رہے۔ حضرت معاویہؓ کے خلافت میں ۵۴ھ یا ۵۸ھ میں مقامِ عقیق [16] پر اپنے محل میں وفات پائی۔ زندگی کے ۴۷ بہاریں دیکھنے کے بعد اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے۔ [17]

تعلیم و تعلم کا طریقہ

ان کی تعلیم کا طریقہ باقاعدہ درس کی شکل میں نہیں ہوتا تھا بلکہ عام گفتگو کے دوران ہی اپنے حلقہ نشینوں سے غزوات اور رسول ﷺ کے اخلاق وعادات بیان کرتے تھے، اور اسی ضمن میں احادیث بھی بیان کرتے تھے، ان کے شاگرد بسر بن سعیدؒ[18] کا بیان ہے

"كنا نجالس سَعْد بن ابي وقاص وكان يتحدث حديث الناس، وكان يتساقط في ذلك الْحَدِيْث عن رسول الله بذكر الجهاد و الاخلاق "[19]

"ہم لوگ سعد بن ابی وقاصؓ کی مجلس میں بیٹھتے تھے، وہ عام لوگوں کی طرح باتیں کرتے تھے وعظ نہیں کرتے تھے، البتہ درمیان میں رسول ﷺ کی حدیث بیان کرتے تھے اور جہاد واخلاق کا تذکرہ کرتے تھے۔"

اولاد کو تعلیم دینا

حضرت سعدؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک تھے عہد فاروقی میں فتوحات میں شاندار کارنامے سرانجام دیے۔ قاضی اطہر مبارک پوریؒ[20] لکھتے ہیں:

"اپنی اولاد کو خاص طور سے مغازی وجہاد کے واقعات سناتے، اور ان کی تعلیم کے ساتھ بہادری اور جرات وہمت کی دعا سکھاتے تھے، صاحبزادے محمد بن سعد کا بیان ہے کہ ہمارے والد ہم لوگوں کو مغازی وسرایا کی تعلیم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اے بیٹو! یہ تمھارے اباؤواجداد کا شرف ہے اسکو یاد رکھو اور ضایع نہ کرو"[21]

حدیث بیان کرنے میں احتیاط

ایک مرتبہ چند لوگ آپ کی خدمت میں گئے اور کوئی بات معلوم کی، تو ان سے کہا:

"انِّي اخَافُ انْ احَدِّثَكُمْ وَاحِدًا، فَتَزِيدُوا عَلَيْهِ الْمِائَةَ "[22]

"کہ میں ڈر رہا ہوں کہ تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کرو، اور تم اس میں سے ایک سو حدیث کا اضافہ کردو۔"

جوان گورنر صحابہ کرام کی بلدیاتی (Municipality) خدمات

انسان مدنیت کے بغیر ایک دن بھی نہیں گزار سکتا، اس لیے اس کے تمام کام اور ضرورتیں معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ وابستہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ بلدیاتی کاموں کی ہر زمانے میں اور ہر طبقہ میں اہمیت تسلیم کی گئی ہے، لیکن عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے صرف اعلاء کلمۃ اللہ کا کام کیا ہے، فلاحی اور بلدیاتی کام نہیں کئے۔ حالانکہ اس دور میں جہاں پر جدید آلات نہیں تھے پھر بھی اس میدان میں وہ کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ کہ آج بھی دنیا اس

پر حیران ہے۔ اس لیے اس فصل میں جوان گورنر صحابہ کرام کی بلدیاتی خدمات کا تذکرہ کیا جائے گا جس سے آج متمدن اور مہذب دنیا مستفید ہو رہی ہے۔ اور آنے والے تمام انسانوں کے لیے بھی مشعل راہ رہے گا۔

حضرت ابو موسی اشعریؓ

آپ کا نام عبد اللہ بن قیس کنیت ابو موسیؓ ہے۔ آپؓ یمن سے مکہ آئے اور اسلام قبول کر کے پھر واپس اپنے وطن کو چلے گئے، اور پھر وہاں سے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ کے طرف ہجرت کی۔ یمن سے مکہ آئے اور اسلام قبول کر کے پھر واپس اپنے وطن کو چلے گئے، اور پھر وہاں سے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ کے طرف ہجرت کی۔ دور نبوی میں یمن اور خلافت فاروقی میں بصرہ اور کوفہ میں امیر رہے۔ باختلاف روایت ۴۲ھ، ۴۴ھ، ۵۲ھ میں مکہ میں اس جہان فانی سے اخرت کی طرف چلے گئے۔ وفات کے وقت ۶۳ سال عمر تھی[23]

پختہ عمارات کی تعمیر

بصرہ میں کوفہ کی طرح ایک جدید شہر بسایا گیا جب ابو موسی اشعریؓ اس کا گورنر بن گئے تو انہوں نے مسجد، اور دار الامارہ کی پختہ عمارتیں بنوائیں، اور مسجد کے احاطہ میں اضافہ بھی کیا۔[24]

بصرہ میں نئے اضلاع کی شمولیت:

بصرہ کی کثرت آبادی کے لحاظ سے اس صوبے کا رقبہ نہایت مختصر تھا، اس بنا پر اہل بصرہ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ کی وساطت سے دربار خلافت میں یہ درخواست پیش کی کہ خوزستان کے مفتوحہ علاقے سے رامہرمز، ابذاح اور ماہ یاماسپند ان کے اضلاع بصرہ سے ملحق کر دیئے جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن قیسؓ کی درخواست پر یہ اضلاع بصرہ سے ملحق کر دیئے گئے۔[25]

تعمیر نہر ابی موسی

بصرہ میں لوگوں کو پانی کی قلت تھی جب حضرت عمرؓ کے پاس یہ شکایت پہنچی، تو حکم آیا دریائے دجلہ سے نہر کاٹ کر لائی جائے، وہ شہر سے تقریباً دس میل دور تھی۔ لیکن اس کی ایک شاخ صرف چھ میل پر واقع تھی، حضرت ابو موسیؓ نے خود مستعد ہو کر اس شاخ سے شہر بصرہ تک ایک نہر بنوائی، جو نہر ابی موسی کے نام سے مشہور ہے۔[26]

گلیوں کی صفائی

جب حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ کو بصرہ کا حاکم بنا کر بھیجا تو آپ نے مکین بصرہ کو جمع کیا اور خطاب کرتے ہوئے کہا "امیر المومنین عمرؓ نے مجھے تمھاری طرف بھیجا ہے کہ میں تمہیں تمہارے رب کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت سکھاؤں اور تمہارے لیے راستوں کو صاف ستھرا کروں" لوگوں نے جب یہ بات سنی تو تعجب اور حیرانی میں ڈوب گئے کہ راستوں کی صفائی ستھرائی اہل بصرہ کے لیے ایک نئی اور عجیب وغریب شے تھی۔[27]

یعلی بن امیہ ؓ

آپ کا نام یعلی بن امیہ، کنیت ابو خالد، ابو صفوان ہے فاتح مکہ کے موقعہ پر اپنے خاندان کے ساتھ اسلام میں داخل ہوگئے۔ دور فاروقی میں صنعاء[28] کے حاکم رہے۔ ۳۸ھ میں جنگ صفین میں وفات پائی[29]

تاریخ کا آغاز

ہجری تاریخ کے آغاز کے بارے میں ابو القاسم علی بن الحسن ؒ[30] لکھتے ہیں:

”ان اول من ارخ الکتب یعلی بن امیة وھو بالیمن “[31]

سب سے پہلے یعلی بن امیہ نے خطوط پر تاریخ لکھی، اس وقت یہ یمن میں تھے۔

اس لحاظ سے تاریخ اسلام میں سب سے پہلے تاریخ کے لکھنے کا سہرا، ان کے سر جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کو وسیع پیمانے پر رائج کرنے اور تعلیم قرآن وحدیث میں عظیم ملی وشرعی فرائض کی ادائیگی میں جدوجہد کرنے والوں میں سب سے اعلیٰ، ارفع اور قائدانہ مقام طبقہ صحابہ کا ہے اور اس میں خاص طور پر جوان صحابہ کرام کا کردار ہے، اس بناء پر اشاعت اسلام میں جوان صحابہ رضوان اللہ اجمعین کا تعلیمی بلدیاتی خدمات تاریخی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر اسلامی تاریخ کی معنویت مبہم بلکہ موہوم ہوجاتی ہے۔

جوان جرنیل صحابہ کرام کی جنگی مہارتیں اور خدمات

ریاستی اداروں میں دفاع ایک بہت بڑا ادارہ ہوتا ہے اور جس ملک کا دفاع مضبوط ہوتا ہے وہ ملک محفوظ رہتا ہے اور اسکو باہر سے آنے والے دشمنوں سے خطرہ نہیں ہوتا اور اپنے دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے قولِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ۔[32]

"اور تیار رکھو ان کے مقابلہ کے لیے جو کچھ تم سے جمع ہو سکے (فوجی) قوت سے بھی اور پلے ہوئے گھوڑوں سے بھی، (سامان جنگ)۔"

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

”پھر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی طاقت وامکان کے مطابق ان کفار کے مقابلے کے لیے ہر وقت مستعد رہو جو قوت طاقت گھوڑے، لشکر رکھ سکتے ہیں موجود رکھو۔ مسند میں ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے منبر پر قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی اور دو مرتبہ یہی فرمایا تیر اندازی کیا کرو سواری کیا کرو اور تیر اندازی گھوڑ سواری سے بہتر ہے۔“[33]

آپ ﷺ کا ہر ہر صحابی اپنے آپ میں ایک جرنیل اور کمانڈر تھا۔ کیونکہ جس طرح کی بہادری، قوت، شجاعت، دلیری، عزم، ہمت اور قربانی حضرات صحابہ کرامؓ نے میدان کارزار میں پیش کی، اور جیسی جنگیں انہوں نے لڑیں، اس کی مثال نہ کوئی آج تک پیش کر سکا ہے اور نہ تاقیامت پیش کر سکتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کی جنگی مہارت

آپ کا نام عبد اللہ، کنیت ابو جعفر، ان کے والد جعفر طیارؓ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے، اور یہ سب سے پہلا بچہ تھا جو حبشہ کے مقام پر مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوا۔[34] ۸۲ھ یا ۸۴ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں مدینہ میں اس دنیا سے چلے گئے۔[35]

مسلمانوں کا صندوق میں بند ہونا

امین الامت ابو عبیدہ بن الجراحؓ جب حمص میں پڑاؤ کیا اور رستن[36] کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ تو پتہ چلا کہ رستن میں بہت مضبوط اور بڑا قلعہ ہے جس میں اہل رستن نے پناہ حاصل کر کے اس کے دروازوں کو بند کیا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے ایک جنگی چال چلایا، آپ نے بیس آدمیوں کو صندوق میں بند کر کے ان میں اندر سے تالے لگا دیئے اور ان پر حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کو امیر مقرر کیا، اور اہل رستن کے حوالے کیا کہ ہمارے پاس ساز و سامان بہت زیادہ ہے اس کو ساتھ لے کے جا نہیں سکتے۔ اس لیے آپ ان کو امانت کے طور پر اپنے پاس رکھ دیں جب ہم واپس آئیں گے تو آپ سے لے لیں گے، ادھر ان صحابہ کو یہ حکم تھا کہ جوہی آپ کو موقعہ ملے اپنے صندوقوں سے نکلنا ہے اور قلعہ کے دروازوں کو کھولنا ہے۔ جب ان کو رستن کے والی کے حوالے کیا، اس نے بیوی کے محل میں یہ صندوق رکھوا دیئے۔ اور اہل رستن مسلمانوں کے جانے کی خوشی میں کنیسہ کی طرف چلے گئے تاکہ شکرانے کی بھی نماز ادا کرے۔ اسی وقت صندوق میں موجود مسلمانوں نے صندوقوں کو اندر سے کھول دیا اور باہر نکل آئے، اور ان پر اچانک حملہ کر کے شہر کی کنجیاں لے لی اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔[37] حکمت عملی کے حوالے سے ہمیشہ دشمن سے دو قدم آگے سوچنا چاہیے۔، جیسا کہ عبیدہ بن جراحؓ نے کیا تھا کہ فوجیوں کو صندوق میں بند کر کے اور دشمن کے قلعہ میں بغیر کسی جنگ کے داخل کرا دیا اس ماجرے سے اخذ ہوتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کس حد تک اپنا ذہن لڑاتے تھے۔ اور ایسی چال چلتے تھے کہ کفار کو خبر بھی نہیں ہوتی تھی۔ یہ مہارت آج کی دور میں بھی استعمال ہو سکتی ہے۔ کہ دشمنوں کے اندر ایسے طریقے سے داخل ہو جائے، کہ ان کو خبر بھی نہ ہو جیسے ان کا لباس اور حلیہ بنا کر ان میں داخل ہونا، یا ان کے اسلحہ کے ڈبوں میں بند ہو کر داخل ہونا۔ جدید دور میں کچھ طبقے ایسے ہیں جن کو ہر جگہ جانے کی اجازت ہوتی ہے جیسے صحافی اور انسانی حقوق کی تنظیمیں وغیرہ ان میں اپنے آپ کو شمار کر کے دشمن کے اندر داخل ہو جائیں۔

حضرت ضرار بن ازورؓ کی جنگی مہارت

آپ کا نام ضرار، کنیت: ابو الازور ہے۔ ضرارؓ اپنے قبیلے کے مالدار لوگوں میں سے تھے، اس وقت ان کے پاس ہزار اونٹوں کا گلہ تھا، اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر سارا مال چھوڑ کر دربار نبوت میں خالی ہاتھ آئے اور اسلام قبول کیا۔[38]
ان کے عمر کے بارے میں علامہ واقدیؒ لکھتے ہیں: "کان غلاما فاتکا فی الحرب"[39] ترجمہ: ضرار بن ازورؓ ایک کمسن اور بہادر شخص تھے۔ اس چیز پر دال ہے کہ آپؓ اس زمانے میں جوان تھے۔ دروان کے مقابلہ کے لیے جو لشکر بھیجا گیا، اس کے افسر اور امیر حضرت ضرار بن الازورؓ تھے۔[40] وفات کے بارے میں روایات مختلف ہے، بعض بتاتے ہیں کہ یمامہ میں شہید ہوئے اور بعض اجنادین لیکن قابل ترجیح روایت اجنادین کا ہے اس لیے کہ اجنادین کے معرکہ میں انکا ذکر ملتا ہے۔[41]

جاسوسی کرنا

جنگ اجنادین[42] کے شروع ہونے سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کو رومیوں کی جاسوسی کے لیے بھیجا، جب یہ وہاں پر گئے ان کے لشکری ساز و سامان اور ان کی طاقت کا اندازہ لگا رہے تھے، کہ دروان کہ نظر ان پر پڑی، تو اپنے سرداروں کو کہا تم سے کوئی ہے جو اس کو پکڑ کر لائے، تیس جوان حضرت ضرار کو پکڑنے کے لیے نکلے۔ جس وقت آپ نے ان کو اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ نے پشت دے کر چلنا شروع کیا، وہ یہ سمجھے کہ شاید بھاگ رہے ہیں۔ وہ ان کے پیچھے آں نکلے، جب وہ لوگ اپنی لشکر سے الگ ہو گئے، حضرت ضرار دوبارہ ان کی طرف پلٹے ان پر حملہ کر دیا، ان میں سے انیس آدمیوں کو مار گرایا اور باقی بھاگ گئے۔[43] دشمن کی حالت سے باخبر رہنے کے لیے جاسوسی کرنا ضروری ہے اس لیے کہ جاسوسی نیٹ ورک جس کا جتنا مضبوط ہوتا ہے اتنا ہی وہ بہترین منصوبہ بندی کرتا ہے۔ جاسوسی کرنا ایک مشکل کام ہے اور جنگ کی حالت میں اور زیادہ مشکل کام ہوتا ہے۔ اس لیے کہ دشمن پہلے سے ہی چوکنا ہوتا ہے کہ کوئی جاسوس نہ آنے پائے. اور اگر مخالفین کو پتہ چل جائے۔ اور جاسوس پکڑا جائے، دشمن کی پہلے تو یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس سے کوئی راز اگلوائے۔ اور پھر اس کو موت کے حوالے کیا جاتا ہے۔ اس لیے جاسوس ہمیشہ ایسا آدمی ہونا چاہیے جو بہت زیادہ چالاک، بہادر اور موقعہ سے فائدہ اٹھانے کا گر جانتا ہو۔ اگر مخالفین کو خبر بھی ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو کسی طریقے سے وہاں سے نکال لے۔ اس لیے جب ضرار بن ازور کے جاسوسی کا پتہ جب دشمن کو چلا تو انہوں نے اس کے پیچھے تیس آدمیوں کا ایک لشکر بھیجا، اور ضرارؓ نے ان کو دھوکے میں رکھ کر فوج سے الگ کر دیا اور پھر ان میں سے انیس آدمیوں کو مار دیا۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ کی جنگی خدمات

آپ کا نام محمد، کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ آپ ابو عبد اللہ سعد بن معاذؓ سے قبل حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ اسلام قبول کیا۔ خلیفہ معاویہؓ کے زمانہ باختلاف اقوال ۴۶، ۴۳، یا ۴۷ھ میں اس دنیا رحلت فرما گئے۔ ۷۷ سال کی زندگی پائی۔[44]

سریہ بجانب قبیلہ قرطاء

غزوہ خندق کے بعد ۳۰ شہسواروں کے ساتھ آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو بکرات روانہ کیا، جو مدینہ سے سات دن کے مسافت پر واقع تھا۔ وہاں پر قبیلہ قرطاء[45] رہا کرتے تھے۔ محمد بن مسلمہ رات کو چلتے اور دن کو کہیں چھپ جاتے، وہاں پہنچ کر اچانک ان پر حملہ کر لیا کچھ قتل ہوئے باقی فرار ہوگئے بہت سامال غنیمت مل گیا جس میں ۱۵۰ اونٹ اور ۳۰۰۰ بکریاں شامل تھیں ۱۹ دن کے بعد مدینہ واپس آئے۔[46] گوریلہ جنگ کرنا۔ اگر اسکا آسان الفاظ میں مفہوم بیان کیا جائے، دشمن پر اچانک حملہ کرنا، اس کو خبر بھی نہ ہو اس کو گوریلہ حملہ سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے. اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہ گوریلہ حملہ کی ایک شکل تھی۔ دن کو ٹھہرنا اور رات کو چلنا اور پھر اچانک حملہ کرنا جیسا کہ سریہ قرطاء میں کیا گیا۔ جنگ کی یہ صورت بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

سریہ بجانب ذی القصہ

ربیع الثانی ٦ھ میں ۱۰ آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ[47] بھیجے گئے، رات کو وہاں پہنچے تو قبیلہ والوں نے ۱۰۰ آدمی جمع کر کے تیر اندازی کی، پھر نیزے لے کر حملہ کیا، محمد بن مسلمہؓ کے علاوہ باقی سارے صحابہ شہید ہو گئے، محمد بن مسلمہ کے ٹخنے پر چوٹ آگئی تھی جس سے ہلنا بھی مشکل تھا۔ ان لوگوں نے سب کے کپڑے اتار لیے اور برہنہ چھوڑ کر چلے گئے اتفاق سے ایک مسلمان کا وہاں سے گزر ہوا، محمد بن مسلمہؓ کو اس حال میں دیکھا تو اٹھا کر مدینہ لائے۔[48] دشمن پر حملہ کرنے سے پہلے دشمن کے قوت اور اسلحہ سے باخبر رہنا ضروری ہے۔ اور جس راستے سے فوجی قافلہ جارہا ہوں اسکا محفوظ ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جیسا کہ محمد بن مسلمہؓ میں لیڈرانہ صلاحیت ہونے کے باوجود جب ان کا سامنا سریہ ذی القصہ میں تیر اندازوں سے ہوا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیم اجمعین کو نقصان اٹھانا پڑا۔ چونکہ دشمن نے اچانک حملہ کر دیا اور ان کو اس اچانک حملہ کی توقع نہیں تھی۔ دوسرا یہ کہ اس زمانے کے اعتبار سے دشمن کے پاس جدید اسلحہ (تیر انداز) تھے اور صحابہ کے پاس تیر انداز نہیں تھے۔ وہ دور سے تیر پھینک کر کے صحابہ کو شہید کر رہے تھے اس لیے صحابہ کرام کو شکست ہوئی۔ آج کے دور میں اگر دیکھا جائے تو دشمن کے پاس میزائل اور ڈرون طیارے ہیں جو دور سے بیٹھ کے فائر کرتے ہیں اور مسلمان اس کا مقابلہ مشین گن، اور بندوق سے کریں، یہ مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے آج کے اعتبار سے جو جدید اسلحہ ہے میزائل، جیٹ طیارہ یا ڈرون طیارہ وغیرہ جتنا بھی جدید اسلحہ ہے مسلم ممالک کو تیار کرنا چاہیے، تاکہ دفاعی لحاظ سے جدید دور سے پیچھے نہ رہا جائے۔

تجاویز وسفارشات

ا۔ جوانوں کو ان کی دلچسپی کے مضامین کو اختیار کرنے کے لیے ابھارا جائے۔

۲۔ بلدیاتی خدمات میں نئے شہروں کو آباد کرنا ہے اس لیے موجودہ حالات کے مطابق شہروں کے حدود اربعہ کو محدود رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ نئے شہر آباد کیے جائیں۔

۳۔ بلدیاتی اداورں کو موجودہ حالات میں فعال کرنے کی ضروت ہے تاکہ شہروں کی سڑکیں، پانی کے مسائل اور صفائی ستھرائی کے لیے ایسے لوگوں کو مقرر کیا جائے جو اس کے اہل ہوں، تاکہ شہری مسائل کو حل کیا جاسکے۔

۴۔ شہروں اور گلی محلے کی صفائی ستھرائی کے لیے لوگوں کو تربیت دی جائے اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کروایا جائے۔

۵۔ ملکی دفاع میں جوانوں کی شمولیت کے لیے سکول اور کالج کی سطح سے تربیت کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔

۶۔ تعلیم یافتہ جوانوں کو ان کی صلاحیتوں کے پیش نظر مختلف معاشرتی ذمہ داریوں کو سونپنا ان کے اعتماد میں اضافے کا سبب بن سکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، س، ر مکتبہ دار الصادر، بیروت، بدون سن طباعت، ۵/ ۹۱

2. Encyclopedia of Social Sciences, New York ,14/228

3۔ شاہ ولی اللہ، قطب الدین، حجۃ اللہ البالغۃ، دار الجیل، بیروت، 2005ء، ص:92

4۔ ابن منظور، جمال الدین محمد، لسان العرب، ب، ش 1/ 480

5۔ آپ کا نام عزت حجازی ہے، مصر کے گاوں محافظ الشرقیہ ۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قاہرہ یونیورسٹی سے گریجویشن کی، ۱۹۶۴ء میں ایم اے کیا۔ امریکہ میں(Minnesota) مینوسٹا یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں (مزید تفصیل دیکھیے:inex.php/ Izzat.Hajaz)

6۔ عزت حجازی،بی الشباب العرو المشکلات التی، یواجھھا المجلس الوطنی للثقافۃ والفنون، الکویت، 1987ء، ص:33

7۔ الرازی، احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، 1979ء، 3/ 335

8۔ آپ کا نام محمد بن عبد الرحمن السخاوی ہے۔ آپ کی پیدائش مصر کی شہر 'قاھرہ" میں ہوئی اور، آپ کو مختلف علوم حدیث، تاریخ، فقہ وغیرہ میں ید طولی حاصل تھا۔ آپ کی وفات "مدینہ منورہ" میں ہوئی۔(دیکھیے: معجم اعلام شعراء المدح النبوی، محمد احمد درنیقۃ، دار و مکتبۃ الھلال، الطبعۃ الاولی، بغیر سن طباعت، ص:369)

9۔ ابو الخیر، شمس الدین، محمد بن عبد الرحمن بن محمد، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی، مکتبۃ السنۃ مصر الطبعۃ الاولی، 1424ھ، 4/ 78

10۔ ابن عبد البر، ابو عمر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 3/ 1173

11۔ نجران سعودی عرب کے صوبہ نجران کا شہر ہے جو کہ حدود یمن کے طرف واقع ہیں اور اس کے آبادی ستر ہزار ۷۰۰۰۰ کے لگ بھگ ہے، اور اس کے زیادہ تر باشندے قحطانی قبیلہ کے شاخ بنو ایام سے تعلق رکھتے ہیں۔(مزید تفصیل کے لئے دیکھے اطلس سیرت نبوی، دار السلام، 1428ھ، ص:4466)

12۔ انصاری، مولنا سعید، سیر الصحابہ، دار الاشاعت کراچی 2004ء، 3/461

13۔ ابن الاثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابہ، 4/202

14۔ ابن الاثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابہ، 4/202

15۔ ابن سعد، ابو محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1990ء، 3/103

16۔ عقیق، مدینہ منورہ سے دو یا دس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہاں پر کھجور اور قبائل عرب آباد ہیں۔(دیکھیے الروض المعطار فی خبر الاقطار، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، مؤسسۃ ناصر للثقافۃ، بیروت، 1980ء، 1/316)

17۔ ابن عبد البر، ابو عمر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 2/260

18۔ آپ کا نام بسر بن سعید تھا۔ یہ حضرمین کے غلام تھے۔ آپ حضرمین کے مکان میں رہتے تھے جو جدیلہ میں واقع تھا۔ آپ بہت زیادہ تارک الدنیا و اہل زہد میں سے تھے ثقہ و کثیر الحدیث اور متقی تھے، آپ نے عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت 100ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۸ سال تھی۔(دیکھیے، ابن سعد، ابو محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، 5/215)

19۔ ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ، تاریخ کبیر، الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر، القاھر الطبعۃ الاولی، 2006ء 2/170

20۔ آپ کا نام عمرو بن میمون تھا، کنیت ابو عبد اللہ تھا، آپ نے جاھلیۃ کا زمانہ بھی پایا تھا اور آپ ﷺ کے زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کی زیارت آپ کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اور کوفہ کے کبار تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔(دیکھیے جامع الاصول فی احادیث الرسول، مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد، الطبعۃ الاولی مکتبۃ الحلوانی، بیروت 1972ء، 12/618)

21۔ مبارک پوری، قاضی اطہر، خیر القرون کے درس گاہیں، شیخ الہند اکیڈمی، دار العلوم دیوبند، طبع دوم، 1996ء، ص:156

22۔ ابن سعد، ابو محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، 3/144

23۔ ابن الاثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، 3/364

24۔ بلاذری، احمد بن یحیی، البلدان فتوحھا و احکامھا، ص:392

25۔ الطبری، ابو جعفر، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک،، 3/94

26۔ بلاذری، احمد بن یحیی، البلدان فتوحھا و احکامھا، ص:401

27۔ ارشاد الرحمن، نقوش صحابہ، دار التذکیر غزنی سٹریٹ لاہور، 2006ء، ص:568

28۔ صنعاء یمن کا ایک خوبصورت شہر ہے۔ اس کا نام اس کے بانی صنعاء بن ازال کے نام پر رکھا گیا جب اہل حبش نے اس پر قبضہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ یہ پتھروں سے بنایا گیا ہے تو وہ کہنے لگے ھذہ صنعۃ (یہ بڑی کاریگری ہے) اس وجہ سے اس کا نام صنعاء ہو گیا۔ (دیکھیے معجم البلدان، ابو عبد اللہ یاقوت الحموی، 3/426)

29۔ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفہ الاصحاب، 4/1585

30۔ آپ کا نام حافظ ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ، ابن عساکر لقب سے مشہور تھے، ۴۹۱ھ کو دمشق میں پیدائش ہوئی۔ آپ کا شمار شافعی فقہاء اور محدثین میں ہوتا ہے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۱۱ رجب ۵۷۱ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ (مزید تفصیل دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، الطبعۃ اولی، 1998ء، 4/82)

31۔ ابن عساکر، ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ، تاریخ دمشق، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1995ء، 1/40

32۔ سورہ انفال: 10/60

33۔ ابن کثیر، عماد الدین اسمعیل بن عمر، تفسیر القرانِ العظیم، دار الفکر، بیروت، س ن

34۔ ابن الاثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابہ، 3/199

35۔ ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 4/38

36۔ رستن: حمص سے قریب بارہ میل کے فاصلہ پر ایک قریہ ہے۔ (دیکھیے: تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ابو الحجاج، یوسف بن عبد الرحمن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1400ھ، 28/188)

37۔ الواقدی، ابو عبد اللہ، محمد بن عمر، مترجم مولوی حکیم شبیر احمد انصاری، فتوح الشام، المیزان اردو بازار لاہور، 2004ء ص: 230-231

38۔ ابن الاثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابہ، 3/51

39۔ الواقدی، ابو عبد اللہ، محمد بن عمر، مترجم مولانا شبیر احمد، فتوح الشام، ص: 49

40۔ ایضا

41۔ ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 3/391

42۔ اجنادین، رملہ اور بیت جبرین کے درمیان واقع تھا، اور اس کی شہرت شام کے علاقے سے ہے اور یہ فلسطین کے مضافات میں سے ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان بہت سخت لڑائی ہوئی تھی۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: معجم البدان، شھاب الدین ابو عبد اللہ، 1/103)

43۔ الواقدی، ابو عبد اللہ، محمد بن عمر، مترجم مولانا شبیر احمد، فتوح الشام، ص: 88

44۔ ابن الاثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابہ، 6/28

45۔ قبیلہ قرطاء، یہ قبیلہ کلاب کے شاخ بنو بکر سے تعلق رکھتا تھا۔ اور یہ بکرات کے مقام پر رہایش پذیر تھے۔ (مزید تفصیل دیکھیے، جمل من انساب الاشراف، احمد بن یحیی البلاذری، دار الفکر، بیروت الطبعۃ الاولی، 1996ء، 1/376)

46۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد، مترجم عبد اللہ العمادی، الطبقات الکبری، 1/37

47۔ ذی القصہ: زبالہ اور شقوق کے درمیان ایک جگہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذی القصہ سلمی میں طے کے دو پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو سقف اور عضور کے پاس ہیں۔ نصر نے کہا ہے "ذو القصہ" ربذہ کے راستے میں، مدینے سے ۲۴ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ (دیکھیے معجم البدان، شھاب الدین، ابو عبد اللہ، 4/366)

48۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد، مترجم عبد اللہ العمادی، الطبقات الکبری، 1/378